بسم اللہ الرحمن الرحیم

باغ فدک

کے تعلق سے

حضرت فاطمہ زہراء سلام اللہ علیہا

کا خطبہ

تنظیم و پیشکش: سید ہادی حسن عابدی

اسلام علیکم:

اس تاریخی خطبہ کو پڑھنے کے بعد کسی بھی مغربی زبان میں ترجمہ کرنے کی صلاحیت رکھنے والے موءمن یا موءمنہ کا ارادہ ہو کہ اس کو دوسروں تک پہنچایا جائے اور ثواب جاریہ کے حقدار ہو جائیں تو ہماری ویب سائٹ کے ذریعہ ربط پیدا کیجے۔

آپ اپنے مرحوین کے لئے خیرات وثواب کے لئے اس کی کاپیاں بنا کر تقسیم کر سکتے ہیں۔

التماس دعاء

سید ہادی حسن عابدی

ویب سائٹ RABBIZIDNIELMA.ORG

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گذشتہ ۱۴ صدیوں سے کلمہ باغ فدک اہلبیت اطہار علیھم السلام کے چاہنے والوں کی زبان پر مسلسل جاری ہے اور علماء اسلام, خطباء و مصنفین اس تعلق سے بحث و گفتگو کرتے رہتے ہیں۔

تاریخ اسلام میں یہ موضوع خاص توجہ کا حامل رہا ہے اور اس پر ہر روشن فکر اور بیدار ضمیر نے اظہار خیال کیا ہے۔ جب بھی اسلامی بحث پوری اہمیت اور باریک بینی سے انجام پائی ہے, باغ فدک کا موضوع ہمیشہ اہمیت کا حامل رہا ہے۔ اس موضوع کے مثبت و منفی پہلوں پر گفتگو کی گئی ہے۔

سب سے اہم بات جو اس تعلق سے کہی جا سکتی ہے وہ یہ ہے کہ اس موضوع کو شروع کرنے کا سہرا حضرت فاطمہ زہرا ع کے سر ہے اور اس کے تمام مطالب حضرت زہراء کی شخصیت کے اطراف طواف کرتے ہیں۔ بعض اسکالرس کا نظریہ ہے کہ باغ فدک مالی لحاظ سے اس قابل نہیں ہے کہ اسے اس طرح گفتگو کا محور و مرکز قرار دیا جائے کہ اسلام کے علماء, دانشور, خطیب, روشن فکر افراد اس تعلق سے کتابیں لکھیں یا اپنی کتابوں میں مخصوص ابواب اس تعلق سے جداگانہ ترتیب دیں۔

یہ موضوع اور بھی زیادہ اہمیت اختیار کر جاتا ہے جب ہم برادرن اہلسنت کے اکثر علماء و دانشوروں کو باغ فدک کے واقعہ سے ناواقف یا اسے کم اہمیت کا قرار دینے کی کوشش کرتا دیکھتے ہیں۔ لہذا اس تعلق سے گہرائی سے غور کرنا پڑتا ہے کہ وہ کیا وجوہات ہیں کہ جن کی بناء پر باغ فدک کے موضوع کو علماء اسلام چھیڑنا نہیں چاہتے۔ حق جو و حق پرست مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ دونوں طرف کی گفتگو اور دلائل کو غور سے پڑھیں اور فیصلہ

کریں کہ حق پر کون ہے۔ دوسرے مسلمانوں کو بھی اس طرف متوجہ کرائیں۔

بہت کوشش کی جاتی رہی ہے کہ واقعات کو توڑ مروڑ کر پیش کیا جاے, اور حق و باطل کو اس طرح آپس میں ملا دیا جاے کہ عام مسلمان پر حق واضح نہ ہو سکے, بلکہ باطل کو حق اور حق کو باطل بنا کر پیش کیا جاتا رہا ہے۔

سب سے اہم اور سب سے بڑا مسلہء جو رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ہر مسلمان و منافق کے دل میں تھا وہ یہ کہ رسول اللہ ﷺ کا جانشین کون ہوگا ؟۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے حکم سے مختلف مواقع پر مختلف طریقوں سے اس کو ظاہر فرماتے رہے, مگر کچھ ایسے بھی تھے جو ان باتوں کو پسند نہ کرتے تھے اور ہمیشہ اس کوشش میں لگے رہتے تھے کہ ایک دن حکومت ان کے ہاتھ لگ جائے تا کہ وہ اپنی دلی تمناوں کی تکمیل کر سکیں۔ وہ گروہ اس کام کے لئے مختلف قسم کے فتنہ وفساد کرتے رہتے تھے مگر رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ میں یہ کامیاب نہیں ہو سکے۔

جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کی آنکھ بند ہوئی, ان لوگوں نے بغاوت کر دی اور الہی حکومت کے خلاف اٹھ کھڑے ہوے اور تھوڑی ہی مدت میں وہ زبان پر لانے لگے جو ان کے دلوں میں برسوں سے تھا۔ اور انہی کی طرح سونچ و حسرت رکھنے والوں کو جمع کر کے امیر الموءمنین حضرت علی علیہ السلام کے مقابل کھڑے ہو گئے۔ حالات اس قدر خراب ہو گئے تھے کہ اگر امیر الموءمنین حکومت حاصل کرنے کے لئے طاقت کا استعمال کرتے تو اسلام کی طرفداری کرنے والا کوئی نہ رہتا۔ اسی لئے ابوسفیان نے مولا علی ع کے ہاتھ پر بیعت کرنے کا تقاضا کیا تھا اور مدد کا بھی اعلان کیا تھا۔ مولا علی ع نے قبول نہ کیا کیونکہ جانتے تھے کہ اس عمل سے اسلام ختم ہو جائیگا۔

حکومت کی بنیاد اس طرح ڈالی گئی تھی کہ اگر اس طرح چلتی تو الٰہی حکومت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مادی حکومت میں تبدیل ہو جاتی اور اسلام مادیات کی بنیاد پر حق و عدل سے دور دنیا میں پہنچا دیا جاتا, اور حقیقی اسلام کتابوں میں دفن ہو کر رہ جاتا۔ دنیا کہتی کہ حکومت حاصل کرنے کے لئے توحید, نبوت و قیامت کا سہارا لیا گیا تھا۔

ان حالات میں سب سے اہم مسئلہ اسلام کو (جو مکمل ہو چکا تھا) بچانا تھا جو ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبروں کی زحمتوں اور تبلیغ کا نتیجہ تھا اور جس کے ماننے والوں کی تعداد ابھی پوری طرح سے مسلمان نہیں ہونے پائی تھی۔ بہت سے افراد نے ظاہری طور پر اسلام کو اسلئے اختیار کیا تھا کہ ان کی زندگی بغیر مشکلات کے گذر جائے۔ بہت کم افراد تھے جو حقیقی معنی میں مسلمان کہلانے کے مستحق تھے۔ ایسے حالات میں اگر حکومت کے لئے رسہ کشی ہوتی اور تلوار چلتی تو اکثریت کفر و جہالت کی طرف پلٹ جاتی اور اسلام کا پودا ابتداء ہی میں خزاں کا شکار ہو جاتا۔

ان حالات میں مولا علی علیہ السلام کے لئے تین راستے تھے:

پہلا راستہ یہ کہ اپنا حق حاصل کرنے کے لئے تلوار نکال لیتے اور چند افراد کو ساتھ لیکر لڑتے۔۔۔ اسکا نتیجہ آپ جانتے ہیں۔ تازہ مسلمان پھر جہالت کی طرف لوٹ جاتے اور اسلام ختم ہو جاتا۔

دوسرا راستہ یہ تھا کہ خود ساختہ نئی خلافت کو امام علیہ السلام قبول کر لیتے اور اپنی بھی دنیا بنانے کی فکر کرتے۔ اس کی اجازت نہ اسلام دیتا ہے اور نہ مولا علی ع قبول کر سکتے تھے۔ اس کا مطلب یہ ہوتا کہ مولا علی ع نے باطل کو تسلیم کر لیا۔ اب جو بھی ہوگا اس میں مولا علی ع کی رضا شامل ہوگی۔ لہذا مولا علی ع نے یہ راستہ بھی اختیار نہ کیا۔

اب تیسرا راستہ یہ تھا کہ وہ راستہ اختیار کیا جاے کہ نہ حکومت ٹوٹنے پائے اور نہ حکومت ,اسلامی حکومت کہلائے , تا کہ حکومت کے دنیا پرست نئے مسلمانوں کے عمل سے اسلام محفوظ رہے اور حقیقی اسلام اپنے راستہ پر کامیابی کے ساتھ حرکت کرتا رہے ۔

بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے باغ فدک کو عنوان بنا کر یہ راستہ اختیار کیا۔ ایسا راستہ اپنایا کہ نہ حکومت ٹوٹنے پائے اور نہ حکومت اسلامی کہلائے , بلکہ دنیا والوں کے سامنے حکومت چلانے والوں کا اصلی چہرہ پیش کر دیا جائے ۔

باغ فدک اور خلیفہ مسلمین کا طرز عمل:

شہر مدینہ سے دو دن کی مسافت پر سرسبز و شاداب یہودیوں کی بستی تھی جسے فدک کہتے تھے ۔ جب خیبر کی شکست کی اطلاع فدک کے یہودیوں کو ملی تو ان پر خوف و اضطراب چھا گیا۔

بلاذری اپنی کتاب فتوح البلدان میں لکھتا ہے کہ خیبر کی شکست کی اطلاع کے بعد فدک کے یہودیوں نے اپنے سردار یوشع بن نون کو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا اور یہ پیغام بھجوایا کہ وہ فدک کے تمام باغات اور زمینات کو رسول اللہ ﷺ کو ہدیہ کرتے ہیں اور وہ لوگ مزدور کے عنوان ان زمینوں پر کام کرینگے , آدھا محصول اپنی مزدوری کے عنوان سے وہ لینگے اور آدھا محصول رسول اللہ ﷺ کو دیا کرینگے ۔ جب تک رسول اللہ ﷺ چاہیں وہ رہینگے اور جب وہ چاہیں ان کو وہاں سے نکال سکتے ہیں ۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کی شرط قبول کر لی , اور اس طرح سے فدک کا علاقہ چونکہ مسلمانوں نے اس پر لشکرکشی نہ کی اور نہ کوئی زحمت اٹھائی تھی رسول اللہ ﷺ کی ملکیت قرار پایا۔

اللہ تعالی قران شریف میں ارشاد فرماتا ہے کہ: ”جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بغیر لڑے دلوا دیا ہے (اس میں تمہارا حق نہیں ہے کیونکہ) تم نے اس کے لئے تو دوڑ دھوپ کی نہیں، نہ گھوڑوں سے اور نہ اونٹوں سے۔ مگر اللہ اپنے پیغمبروں کو جس پر چاہتا ہے غلبہ عطا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔“

”اور جو مال اللہ نے اپنے رسول کو دیہات والوں سے بغیر لڑے دلوایا ہے وہ خاص اللہ اور رسول اور (رسول اللہ کے) قرابتداروں اور یتیموں، محتاجوں اور پردیسیوں (ایسے مسافر جو وطن سے دور مالی پریشانی میں ہوں) کا ہے تاکہ جو لوگ تم میں سے دولتمند ہیں ہر پھر کر دولت ان ہی میں نہ رہے“ (سورہ الحشر آیت ٦ و ٧)۔

ان دو آیتوں کی رو سے ہر وہ چیز جو بغیر لڑائی اور لشکر کشی حاصل ہو وہ رسول اللہ ﷺ کا حق ہے، آپ کی زندگی میں اور آپ کے بعد یہ قرابتداروں کا حق ہوگا۔

فدک کا علاقہ رسول اللہ ﷺ کے اختیار میں تھا یہاں تک کہ سورہ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ٢٦ کا نزول ہوا: ”قرابتداروں کا حق ادا کردو“۔ رسول اللہ ﷺ نے اس تعلق سے وضاحت چاہی، جبرائیل ع نے پیغام دیا: فدک کو فاطمہ زہراء کے حوالے فرمائے تاکہ ان کے اور ان کی اولاد کے لئے ذریعہ گزر بسر ہو اور ان کی مادر گرامی حضرت خدیجہ ع کی دولت کے جواب میں جو انھوں نے اللہ کی رضا کیلئے خرچ کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کو بلوا کر، انھیں فدک عطا کرنے کا اعلان فرمایا۔ اس کے بعد فدک پر رسول اللہ ﷺ کی ملکیت ختم ہوئی اور فدک حضرت فاطمہ زہرا علیہا سلام کی ملکیت میں قرار پایا۔

رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد ابوبکر ابن ابی قحافہ نے بعنوان خلیفہ مسلمین حکومت

اسلامی کو اپنے اختیار میں لیا اور فدک پر قبضہ کرلیا۔ جو افراد حضرت فاطمہ زہرا ع کی طرف سے فدک پر نگرانی کر رہے تھے انھیں نکال باہر کیا۔ جب آپ ع کو اس کی اطلاع ہوئی تو آپ غضبناک ہوئیں اور خلیفہ سے سوال کیا کہ فدک جو میرے والد کا عطا کردہ تھا اسے تم نے کیوں چھین لیا؟۔ ابوبکر نے کہا کہ اس بات کے ثبوت میں کہ فدک آپ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف سے عطا کیا گیا تھا گواہ پیش کریں۔

(افسوس خلیفہ مسلمین کی اس سمجھ بوجھ پر۔ حقیقت یہ ہے کہ خود یہ مطلب یعنی ثبوت طلب کرنا اس سے جو کسی چیز پر قبضہ رکھتا ہو, عقل اور اسلامی فقہ کے خلاف ہے۔ اگر کوئی شخص کسی چیز پر قبضہ نہیں رکھتا اور وہ اس کے مالک ہونے کا دعوی کرے تو اس سے اس دعوی کی دلیل مانگی جاتی ہے۔ اسے گواہ پیش کرنے پڑتے ہیں۔ اس سے گواہ طلب کئے جاتے ہیں کہ وہ اپنی ملکیت ثابت کرے۔)

خلیفہ نے فاطمہ زہراء سے گواہ طلب کئے۔

(فاطمہ زہراء صدیقہ ہیں۔ قرآن ان کی پاکیزگی اور عصمت کی گواہی دے رہا ہے۔ "اے اہل بیت (پیغمبر) اللہ تو بس یہ چاہتا ہے کہ تم کو (ہر طرح کی) برائی سے دور رکھے اور جو پاک و پاکیزہ رکھنے کا حق ہے ویسا پاک و پاکیزہ رکھے"۔ **سورہ احزاب آیت ۳۳۔**

دوسری دلیل رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "فاطمہ میرا ٹکڑا (حصہ) ہے, جس نے فاطمہ کو اذیت دی اس نے مجھکو اذیت دی اور جس نے مجھکو اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی"۔ اس حدیث سے بھی فاطمہ زہراء کی عصمت ثابت ہوتی ہے)۔

علماء اسلام اس بات کو قبول کرتے ہیں کہ فاطمہ زہراء صدیقہ ہیں۔ مسلہ فدک میں اگر اختلاف ہے تو اس بات پر ہے کہ یہ جانتے ہوئے کہ وہ صدیقہ ہے, کیا یہ بات خلیفہ کے

لئے مناسب تھی کہ وہ بغیر گواہ کے حضرت فاطمہ زہراء کے قول کو قبول کر لے یا نہ۔
حضرت علی علیہ السلام نے فاطمہ زہرا ع کے حق میں گواہی دی۔ خلیفہ نے دوسرا گواہ مانگا۔
(قرآن کی رو سے تنہا حضرت علی علیہ السلام کی گواہی کافی ہے۔ سورہ ھود آیت ۱۷ میں ارشاد پروردگار ہے کہ: "جو شخص اپنے پروردگار کی طرف سے روشن دلیل رکھتا ہو اور اس کی تائید کرنے انھیں میں کا ایک گواہ ہو۔۔۔" اس آیت میں روشن دلیل رکھنے والے سے مراد رسول اللہ ﷺ ہیں اور ایک گواہ سے مراد حضرت علی علیہ السلام ہیں۔ اس آیت کی رو سے اللہ تعالی نے حضرت علی ع کی گواہی کو رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی گواہی کے عنوان سے کافی فرمایا ہے۔ چونکہ اللہ تعالی نے اسے رسول اللہ ﷺ کی نبوت کی دلیل اور گواہی قرار دیا ہے، گویا یہ گواہی ساری امت کی گواہی کے برابر قرار پاتی ہے۔ ساری امت اسلامی پر لازم ہے کہ حضرت علی ع کی گواہی کو کسی اور کی گواہی کے بغیر قبول کریں۔)
دوسرے گواہ کے عنوان سے فاطمہ زہرا ع نے ام ایمن رضی اللہ عنہا کو پیش کیا۔
ام ایمن نے گواہی دینے سے قبل خلیفہ سے مخاطب ہو کر سوال کیا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ام ایمن اہل بہشت ہے۔
خلیفہ نے جواب دیا: ہاں میں نے بے شک سنا ہے اور اس بات کی گواہی دیتا ہوں۔
(اس طرح ام ایمن نے گواہی دینے سے قبل اپنی صداقت کی گواہی لے لی)۔ اسکے بعد ام ایمن نے کہا: میں گواہی دیتی ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک کو فاطمہ زہراء کو عطا فرمایا ہے۔ (اس واقعہ کو ابن ابی الحدید معتزلی نے بھی ابن ابی بکر جوہری سے نقل کیا ہے)۔

اب خلیفہ کے لئے کوئی راستہ نہ تھا سوائے اسکے کہ فدک کو لوٹا دے۔ چنانچہ خلیفہ نے ایک تحریر اس تعلق سے لکھی اور فاطمہ زہراء کے حوالے کردی۔

اس موقع پر عمر ابن خطاب آپہنچے اور واقعہ دریافت کیا۔ خلیفہ نے کہا: فاطمہ زہراء نے فدک کو اپنی ملکیت ثابت کیا اور گواہ پیش کئے لہذاء فدک کو انھیں لوٹا دیا گیا۔

عمر ابن خطاب نے فاطمہ زہراء کے ہاتھ سے وہ تحریر لی، اس پر تھوکا اور اسے پھاڑ ڈالا۔

اس کے بعد خلیفہ نے عمر ابن خطاب کے عمل کی تائید کرتے ہوئے کہا :

اے رسول اللہ ﷺ کی بیٹی کیا آپ نہیں جانتیں کہ گواہی کے لئے ایک مرد اور دو عورتیں لازم ہیں؟۔ اس کے بعد کہا: ایک مرد یا ایک عورت گواہی کے لئے اور لاؤ تا کہ گواہی مکمل ہو سکے اور آپ کا حق فدک کے لئے ثابت ہو جائے۔

(ام ایمن نے خلیفہ سے گواہی لیکر کہ وہ اہل جنت ہے اس بات کا اقرار کروالیا کہ وہ اپنے قول کی سچی ہے اور جو بات بھی وہ کہنے والی ہے اسکا خلیفہ کو پورا یقین ہوگا، اور حاکم کے لئے وہ بات ثابت ہو جائے گی۔ لہذاء اب خلیفہ کیلئے یہ بات جائز نہیں تھی کہ وہ ام ایمن کی گواہی کو ناکافی کہدے۔ کیونکہ ام ایمن کی گواہی سے یہ بات کم از کم خلیفہ کے لئے ثابت ہو چکی تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے فدک کو اپنی بیٹی فاطمہ زہراء کو عطا فرمایا تھا۔

چنانچہ اہل سنت کی مشہور و معتبر کتاب سنن ابی داود میں تحریر ہے کہ اگر ایک گواہ کسی بات کی گواہی دے اور حاکم کو یقین ہو جائے کہ گواہ سچ کہہ رہا ہے تو پھر حاکم پر جائز ہے کہ وہ اس ایک گواہی پر فیصلہ دیدے۔

البتہ یہاں معاملہ ابتداء ہی سے عجیب تھا۔ یہاں شکایت جسکو تھی وہ خلیفہ تھا۔ قاضی بھی خلیفہ تھا۔ سب کچھ جانتے ہوئے مالک سے اس ملکیت کی گواہی مانگی جارہی تھی۔)

ام ایمن نے اپنی صداقت کی گواہی لیکر, گواہوں کی تعداد کو پورا کر دیا۔ام ایمن نے خلیفہ سے یہ اقرار لے لیا کہ وہ سچی ہے, گویا اب جو بھی ام ایمن گواہی دیں گی وہ خلیفہ کی گواہی بھی ہوگی۔لہذا اب فاطمہ زہراء کے تین گواہ ہیں۔علی ابن ابیطالب ع, ام ایمن, خلیفہ ابوبکر ابن ابی قحافہ۔

مختصر یہ کہ خلیفہ مسلمین نے کہا کہ گواہی کافی نہیں ہے۔ایک اور مرد یا ایک اور عورت گواہی کے لئے پیش کی جائے۔

دوسری مرتبہ فاطمہ زہرا ع نے حضرت علی ع, ام ایمن, اسماء بنت عمیس اور حسنین علیہم السلام کو بعنوان گواہ پیش کیا۔

اس مرتبہ خلیفہ نے اعتراض کیا کہ: حضرت علی و حسنین علیہم السلام شوہر و فرزند ہیں ان کی گواہی قبول نہیں ہے کیونکہ یہ اپنے نفع کے لئے گواہی دینگے۔اسماء بنت عمیس کے دل میں بنی ہاشم کی محبت ہے, ان کی گواہی بھی قابل قبول نہ ہوگی۔رہ گیا ام ایمن کی گواہی کے تعلق سے, وہ بھی ایک عورت ہے, غیر عرب, اور اچھی طرح سے فصاحت کے ساتھ عربی گفتگو نہیں کر سکتی۔

اس طرح دوسری مرتبہ بھی فاطمہ زہرا ع کو لوٹا دیا گیا۔

فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے خلیفہ سے ارث کا مطالبہ فرمایا:

جب خلیفہ مسلمین نے فدک کو غضب کر لیا اور فاطمہ زہراء کے دعویء ملکیت کو رد کر دیا تو رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے اپنا ارث مانگا۔

اگر بالفرض محال رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں فدک فاطمہ زہراء کو عطا نہ فرمایا تھا تو فاطمہ زہراء اپنا حق رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں بعنوان ارث مانگنے کا حق رکھتی

تھیں۔ فاطمہ زہراء رسول اللہ ﷺ کی تنہا وارث تھیں۔

رسول اللہ ﷺ کی جو جائیداد مدینہ میں تھی اسکی تفصیل بشرحُ ذیل ہے: سات عدد باغ مدینہ میں یہودیوں کے عالم مخیریق کے تھے جو قبیلہ بنی نضیر سے تھا اور اسلام لانے کے بعد اس نے یہ تمام باغ رسول اللہ ﷺ کو عطا کردئے تھے۔

اس واقعہ کو سمھودی نے کتاب وفا الوفا جلد۲ صفحہ ۱۵۳ پر تحریر کیا ہے جسے مجد نے واقدی سے نقل کیا ہے کہ مخیریق یہودی رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا اور اپنے مال وملک کو جو ۷ باغوں پر مشتمل تھا اسے رسول اللہ ﷺ کو عطا کر دیا۔ ان باغوں کے نام حسب ذیل ہیں:

دلال, برقہ, صافیہ, شیب, مبشر بہ ام ابراھیم, اعواف وحسنیٰ۔

صاحب مجمع البحرین نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ان ۷ باغوں کو بنام فاطمہ زہراء وقف کر دیا تھا مگر خلیفہ مسلمین نے فدک کی طرح انھیں بھی ان سے چھین لیا۔

فاطمہ زہراء نے اسے اپنے بابا کے ورثہ کے عنوان سے طلب کیا تھا۔

تیسری چیز جو فاطمہ زہراء نے طلب کی تھی وہ خیبر کا حصہ تھا۔ تاریخ طبری جلد سوم صفحہ ۱۹ پر تحریر ہے کہ فتح خیبر کے بعد جو مسلمانوں کے ہاتھ لگا وہ تین قلعہ تھے۔

۱۔ حصار شق ۲۔ حصار نطاتہ ۳۔ حصار کتبہ

حصار شق وحصار نطاتہ مسلمانوں کا حصہ قرار پایا۔ حصار کتبہ غنائم کا خمس قرار پایا اور اسے سھم خدا و رسول, ذوی القربیٰ, یتیم ومساکین اور ابن السبیل کا حق قرار دیا گیا۔ اسے رسول اللہ ﷺ نے دوسروں کے حصہ سے جدا کر دیا تھا۔

خمس خیبر میں فاطمہ زہراء کے دو حصے تھے: ۱۔ سھم ذوی القربیٰ ۲۔ میراث رسول اللہ

خلیفہ نے یہ دونوں حق بھی غضب کر لئے اور فاطمہ زہراء کو اس سے بھی محروم کر دیا۔

خیبر کے حصے میں صرف فاطمہ زہراء کا ارث نہ تھا بلکہ اس میں رسول اللہ ﷺ کی ازواج کا بھی حصہ تھا اور اسی وجہ سے ازواج نے بھی اپنا حق خلیفہ سے طلب کیا تھا۔

یاقوت حمودی نے عروہ بن زبیر سے نقل کیا ہے کہ: ازدواج رسول اللہ ﷺ نے عثمان ابن عفان کو خلیفہ کے پاس بھجوایا اور خیبر کے حصہ سے اپنا حصہ طلب کیا۔ خلیفہ نے جواب میں کہا: میں نے رسول اللہ سے سنا ہے کہ فرمایا ''ہم انبیاء ارث نہیں چھوڑتے, جو کچھ چھوڑ جاتے ہیں وہ صدقہ ہوتا ہے۔ میرے مرنے کے بعد جو حاکم ہوگا یہ اس کے اختیار میں رہیگا۔''

تاریخ بیان کرتی ہے کہ ازواج رسول اللہ ﷺ نے فدک اور ان سات باغات سے جو مدینہ میں تھے, اپنے ارث کا مطالبہ نہیں کیا۔ اس کی وجہ ظاہر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ملکیت میں نہ تھے بلکہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات میں فاطمہ زہراء کو عطا فرما دیا تھا۔

فاطمہ زہراء نے خلیفہ سے فدک کا مطالبہ فرمایا, سات باغوں کا مطالبہ فرمایا اور خیبر کے خمس کا مطالبہ فرمایا, کیونکہ ان سب پر آپ کا حق تھا۔

مختصر یہ کہ فاطمہ زہراء کا مطالبہ ارث تینوں چیزوں پر تھا۔ کبھی تنہا خلیفہ سے مطالبہ کے لئے جاتیں اور کبھی اپنے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کے چچا جناب عباس کو لے جاتیں۔

فاطمہ ع نے پہلی مرتبہ صرف فدک کا مطالبہ فرمایا۔

دوسری مرتبہ خیبر کے خمس میں رسول اللہ ﷺ کے حصہ کا مطالبہ فرمایا۔

تیسری مرتبہ فدک اور خیبر کے خمس کا مطالبہ فرمایا۔

چوتھی مرتبہ فدک اور خیبر کے خمس کے ساتھ ساتھ مدینہ کے سات باغات کا مطالبہ فرمایا۔

ہر مرتبہ خلیفہ کا جواب جداگانہ ہوتا اور ایک خاص انداز سے رسول اللہ ﷺ سے نسبت دے کر گفتگو کرتے۔ جو خلیفہ بیان کرتے اس مطلب کو ان کے علاوہ کسی اور نے نہ سنا تھا، اور اس بیان کی بنیاد پر فاطمہ زہراء کے مطالبہ کو رد کر دیتے تھے۔

ایک مرتبہ کہا: میں نے پیغمبر ﷺ سے سنا کہ انبیاء ارث نہیں چھوڑتے۔ (شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید)

خلیفہ مسلمین کے جواب میں فاطمہ زہراء نے سورہ النمل کی ۱۶ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: اور (علم وحکمت جائداد منقول وغیر منقول سب میں) سلیمان ع داود ع کے وارث ہوئے۔

یہ سن کر خلیفہ غضب میں آگے اور کہنے لگے کہ پیغمبر ﷺ نے فرمایا "ہم ارث نہیں چھوڑتے، جو کچھ چھوڑتے ہیں وہ صدقہ ہو یا ہے، آل محمد ﷺ اس مال سے کھا سکتے ہیں مگر مالک نہیں بن سکتے" (شرح نہج البلاغہ اور صحیح بخاری)۔

رسول اکرم ﷺ کی صاحبزادی نے پھر قرآن سے دلیل پیش کی اور اس مرتبہ سورہ مریم ع کی آیت ۵ و ۶ کی تلاوت فرمائی: پیغمبر ذکریا ع نے اللہ کی بارگاہ میں دعاء کی "تو مجھے اپنی بارگاہ سے ایک جانشین (فرزند) عطا فرما جو میری اور یعقوب ع (پیغمبر) کی نسل کا وارث ہو"

اسکے جواب میں خلیفہ نے کہا میں نے کہد یا نا کہ نے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ان اموال کو اللہ نے میری خوراک کا ذریعہ بنایا ہے۔ میرے مرنے کے بعد مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔" (شرح نہج البلاغہ اور کنزل العمال)۔

بی بی فاطمہ زہرا اسلام اللہ علیہا نے پھر دلیل قرآن سے پیش کی: سورہ النساء آیت ١١ کے ابتدائی حصہ کی تلاوت فرمائی ''اللہ تمہاری اولاد کے حق میں تم سے وصیت کرتا ہے کہ لڑکے کا حصہ دولڑکیوں کے برابر ہے'' اسکے فوری بعد سوال کیا: اے ابوبکر کیا میں رسول اللہ ﷺ کی اولاد نہیں ہوں؟

فاطمہ زہراء کی اعلی ترین منطق کے مقابل میں خلیفہ کوئی معقول جواب نہیں رکھتے تھے, سوائے اس کے کہ وہی تکرار کہ۔۔۔ مین نے آپ سے کہد یا: رسول میراث نہیں چھوڑتے۔(کشف الغمہ جلد٢ صفحہ١٠٤)

خلیفہ نے اپنے بیان کو صحیح بتانے کے لئے رسول اللہ ﷺ سے حدیث نقل کی اور ازواج رسول اللہ ﷺ عایشہ بنت ابوبکر و حفصہ بنت عمر نے بھی خلیفہ کے قول کی تائید کردی (کشف الغمہ جلد٢ صفحہ١٠٤)۔

عقل و منطق رکھنے والے اور سمجھدار مسلمانوں پر یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ بی بی فاطمہ زہراء نے یہ بات ثابت کردی کہ خلیفہ جس بات کو منوانا چاہتا ہے وہ قرآن کی منطق کے خلاف ہے۔اور جو بھی حدیث قرآن کے خلاف ہو وہ محکوم ہے۔

خلیفہ مسلمین اس بحث میں بھی محکوم ہے اور سوائے تکرار کے اور کوئی چارہ کار خلیفہ کے لئے نہ تھا۔

کبھی خلیفہ کہتے کہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''یہ اموال اللہ نے میری خوراک کے لئے رکھے ہیں, میرے مرنے کے بعد اس سے مسلمان فائدہ اٹھاینگے'' (فتوح البلدان)

کبھی خلیفہ کہتے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ نے اپنے رسول کے لئے یہ چیزیں خوراک کا ذریعہ بنائی ہیں اور میری موت کے بعد اس پر سے میرا حق اٹھ جائیگا۔

کبھی کہتے: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے مرنے کے بعد اس مال پر اسکا حق ہوگا جو میرے بعد حاکم ہوگا۔ اب چونکہ میں حاکم ہوں لہذا ان پر میرا قبضہ رہیگا اور میں مسلمانوں کی بھلائی کے لئے ان کو استعمال کرونگا۔

اور کبھی کہتے: میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ "ہم انبیاء سونا چاندی جائیداد اور مکان ارث نہیں چھوڑتے، بلکہ ہمارا ارث کتاب، حکمت، دانش اور نبوت ہے۔ جو کچھ مال و دولت چھوڑتے ہیں وہ ہمارے بعد کے حاکم کا ہوتا ہے اور وہ جس طرح چاہے اس سے استفادہ کرے"۔

خلیفہ مسلمین ابوبکر ابن ابی قحافہ مختلف قسم کے بیانات کے ذریعہ یہ پیغام رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو دیتے رہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کچھ ارث نہیں چھوڑا۔ جو کچھ ہے وہ صدقہ ہے۔ رسول اللہ کی زندگی میں وہ معاش کا ذریعہ تھا اور موت کے بعد حاکم کا حق ہے اور مسلمانوں پر خرچ کیا جا سکتا ہے۔ وہ مال و اموال رسول اللہ ﷺ کی ذاتی ملکیت نہیں تھے لہذا رسول ﷺ کے ورثہ کو اس سے کچھ نہیں مل سکتا، ان کے بعد کے حاکم کا اس پر حق ہے۔

خلیفہ ابوبکر اپنے آپ کو مسلمانوں کا حاکم قرار دیتے تھے، لہذا مصلحت اس میں دیکھی کہ رسول اللہ ﷺ کی جائیداد کو مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔

(خلیفہ ابوبکر کا یہ کہنا کہ یہ مسلمانوں کو لوٹا دیا جائے، اس بات کو پیش کرتا ہے کہ یہ مسلمانوں کا مال وحق تھا جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنے استعمال کے لئے روک رکھا تھا۔ اگر عطا کا لفظ ہوتا تو یہ مطلب نکالا جا سکتا تھا کہ رسول اللہ کا حق تھا، رسول اللہ ﷺ کا مال تھا، آپ نے مسلمانوں کو عطا کرنے کا حکم دیا تھا۔ لوٹانے کا مطلب یہ ہوا کہ

مسلمانوں کا ہی تھا, اب رسول اللہ ﷺ اسے لوٹا رہے ہیں۔)

اس حدیث کو یا اس قسم کی حدیث کو خلیفہ مسلمین کے بیان سے قبل نہ کسی انسان نے سنا تھا اور نہ کسی فرشتہ نے۔

زمخشری اپنی کتاب تفسیر کشاف میں لکھتا ہے کہ, ابن عباس نے فرمایا "خمس کے ۶ حصے تھے:

۱۔ سھم اللہ ۲۔ سھم رسول اللہ ﷺ ۳۔ سھم ذوی القربی
۴۔ سھم یتیم ۵۔ سھم مسکین ۶۔ سھم ابن سبیل۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات میں ان پر عمل ہوتا رہا۔ رسول اللہ ﷺ کے بعد خلیفہ مسلمین ابوبکر نے صرف آخری ۳ حصے رکھے (یتیم, مسکین اور ابن سبیل), بعد کے خلفاء نے بھی اسی پر عمل کیا۔

جب حضرت فاطمہ زہراء نے ذوی القربی کا حصہ طلب کیا تو خلیفہ نے کہا: میں اس آیت کو قرآن میں پڑھا ہوں مگر یقین اس بات پر نہیں رکھتا کہ ذوی القربی سے مراد تم ہو, اس لئے یہ حصہ تم کو نہیں دے سکتا۔

فاطمہ زہراء نے فرمایا: تو کیا اس ذوی القربی سے مراد تم اور تمہارے رشتہ دار ہیں؟ خلیفہ نے جواب دیا: نہیں۔ پھر کہا اس میں سے کچھ تم کو دونگا اور باقی مسلمانوں میں تقسیم کرونگا۔

فاطمہ زہراء نے فرمایا: یہ اللہ کے حکم کے خلاف ہے۔

خلیفہ نے کہا: یہ اللہ کے حکم کے عین مطابق ہے۔ گفتگو جاری رہی, آخرکار فاطمہ زہراء نے ثابت کردیا کہ خلیفہ کا یہ عمل علی و فاطمہ اور بنی ہاشم سے دشمنی کی بنیاد پر ہے۔

فاطمہ زہراء جانتی تھیں کہ حکومت کا ارادہ اس عمل سے یہ ہے کہ آل رسول ﷺ کو مالی

مشکلات میں مبتلا کریں تا کہ مسلمان حقیقی وارث اسلام سے رابطہ قطع کرلیں۔ اس حقیقت کے علاوہ فاطمہ زہراء جانتی تھیں کہ فدک کا عصب کرنا غیر اسلامی اور غیر قانونی ہے۔ اور یہ واقعہ خلیفہ کی نیت اور خلیفہ کی مسلمان نما نقاب کو واضح کرنے کا بہترین موقع و ذریعہ ہے۔ فدک کے واقعہ کو خلیفہ کو رسواء کرنے کے لئے بہترین سند کے طور پر استعمال کیا جاسکتا ہے۔ اس کی مدد سے مسلمانوں کے افکار کو بیدار کیا جاسکتا ہے۔

اس کے علاوہ فاطمہ زہراء نے خیال کیا کہ اگر میں خلیفہ کے ظلم کو برداشت کرلوں اور خاموش رہوں اور اپنے شرعی و قانونی حق سے دفاع نہ کروں تو خلیفہ اور اسکے اطراف کے افراد دوسروں پر ظلم و ستم کرنے سے نہیں گبھرائینگے اور آہستہ آہستہ یہ بات عام ہوجائیگی۔

فاطمہ زہراء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ اگر میں اپنے حق سے دفاع نہ کروں تو مسلمان خیال کرینگے کہ اپنے حق سے چشم پوشی کرنا اور ظلم کو برداشت کرلینا قابل تعریف بات اور پسندیدہ عمل ہے۔

فاطمہ زہراء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ اگر میں خلیفہ مسلمین ابوبکر کو جھوٹی حدیث کے گھڑنے پر ذلیل و رسواء نہ کروں تو خلفاء میں عوام کو دھوکہ دینا عام ہوجائیگا۔

فاطمہ زہراء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہوں، اگر میں اپنے قانونی و شرعی حق سے چشم پوشی اختیار کرلوں تو مسلمان یہ سمجھینگے کہ خواتین اجتماعی حقوق سے محروم ہیں اور عورت کو حق نہیں ہے کہ وہ اپنے حق کے لئے آواز بلند کرے۔

فاطمہ زہراء نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا کہ میں گہوارہ نبوت اور محیط وحی اور خانہ ولایت میں پلی بڑہی ہوں، میرے نقش قدم کو دنیا کے مسلمان ایک مسلمان خاتون کے نقش قدم کے عنوان سے پہچانتے ہیں، اگر میں اپنے حق اور اپنی آواز کو ظلم کے خلاف

اٹھانے میں ذرہ برابر بھی کمزوری یا سستی کا اظہار کروں تو کل اسلام میں عورت کا مقام اور عورت کی حقیقت مجہول بن کررہ جائے گی اور سوسائیٹی عورت کو سماج میں ایک بیکار اور بے لیاقت شی ء سمجھنے لگے گی۔

ان ہی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوے فاطمہ زہراء نے ارادہ فرمایا کہ جس قدر طاقت وتوانائی موجود ہے اسے کام میں لاتے ہوے اپنے حق سے دفاع کیا جائے اور غاصب خلافت وحکومت کو ذلیل ورسواء کیا جائے۔

حقیقت یہ ہے کہ فاطمہ زہراء دلیل ومنطق کی بنیاد پر کامیاب ہوگئیں۔ خلیفہ کو محکوم کردیا۔ قرآن کی آیتوں کی روشنی میں خلیفہ لاجواب ہوگئے۔ فاطمہ زہراء نے اندازہ لگایا کہ یہ خلیفہ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر عمل کو جائز سمجھتا ہے, یہاں تک کہ حدیث کو جعل کرنے سے بھی نہیں رکتا۔ لہذا اب اتمام حجت کے بعد دوسرا مرحلہ یہ ہے کہ اسے برسرعام مسلمانوں کی موجودگی میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے رسواء وذلیل کیا جائے تاکہ اس کی خطائیں اور اسکا عمل اسلام کے حساب میں نہ لکھا جائے۔

اپنے حق کو حاصل کرنے کی کوشش میں جیسے جیسے وقت گذرتا گیا ویسے ویسے فاطمہ زہراء کا تعجب بڑھتا گیا۔ فاطمہ زہراء نے دیکھا کہ خلیفہ قرآن کی آیتوں کے مقابلے میں تسلیم نہیں ہوتا۔ اسلام کے قاعدہ وقوانین کے مطابق عمل نہیں کرتا۔ بلکہ خلیفہ مسلمین رسول اللہ ﷺ کی جگہ بیٹھ کر جھوٹی حدیث بیان کرتا ہے تاکہ میرا حق پائمال کردے۔

یہ کیسی حکومت ہے ,؟ یہ کیسا حاکم ہے؟ یہ کیسا خلیفہ ہے؟ کیا یہ افراد قرآن کے محافظ, قرآن کے طرفدار اور اسلام کے مبلغ کہلائے جاسکتے ہیں؟

مجھے فدک یا کسی اور مال سے کوئی دلچسپی نہیں ہے مگر میں خلافت کی ان حرکات کو برداشت

نہیں کر سکتی اور خاموش تماشائی نہیں بن سکتی۔

مسلمانوں کے مجمع میں خلیفہ مسلمین ابو بکر ابن ابی قحافہ کو ذلیل و رسواء کرونگی اور اپنے حق کو ثابت کرونگی۔ مسلمانوں پر واضح کرونگی کہ انھوں نے جسے خلیفہ بنایا ہے وہ قرآن و اسلام کی تعلیمات پر عمل کرنے تیار نہیں ہے۔ یہ ہر کام اپنی نفسانی خواہشات اور اپنی مرضی کے مطابق کرنا چاہتا ہے۔

میں مسجد میں مسلمانوں کے مجمع میں اس تعلق سے خطاب کرونگی۔

سارے مدینہ میں یہ خبر پھیل گئی کہ رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے مسجد میں تقریر کرنے کا ارادہ فرمایا ہے اور مسلمانوں سے درخواست کی ہیں کہ وہ مسجد میں جمع ہوں۔

وہ کس تعلق سے گفتگو کرنے والی ہیں؟ خلیفہ کا عکس العمل کیا ہوگا؟ چلو چلیں اس گفتگو کو سنیں۔

انصار و مہاجر نے وقت سے قبل پہنچ کر مسجد اور اس کے اطراف کو پر کر دیا تھا۔ بنی ہاشم کی عورتیں بی بی فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا کے بیت الشرف کی طرف روانہ ہوئیں اور فاطمہ زہراء کو اپنے حلقہ میں لیکر مسجد کی طرف چلیں۔ فاطمہ زہراء مقنعہ و چادر اوڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی طرح قدم اٹھاتی ہوئی مسجد میں داخل ہوئیں۔

خلیفہ انصار و مہاجر کے درمیان بیٹھے ہوئے تھے۔ مسجد کے ایک کونے میں ایک سفید کپڑا جو مصر سے لایا گیا تھا پردہ کے عنوان سے لٹکایا گیا۔ فاطمہ زہراء پردہ کے پیچھے دیوار سے ٹیکا لگا کر بیٹھ گئیں۔ بابا کا فراق, ناگوار واقعات کا ہجوم, فاطمہ زہراء کو اس طرح منقلب کر دیا کہ بی بی ع نے ایک آہ بھری۔ فاطمہ زہراء کی آہ نے ایسا اثر کیا کہ مجمع میں گریہ وزاری کا ایک طوفان اٹھا۔

فاطمہ زہراء کچھ لمحوں کے لئے خاموش ہوگئیں تا کہ لوگ بھی ساکت ہو جائیں۔ اسکے بعد گفتگو کا ارادہ کیا اللہ کی حمد کی اور رسول اللہ ﷺ پر درود بھیجا۔ دوبارہ مسجد میں لوگوں نے رونا شروع کیا۔ فاطمہ زہراء پھر خاموش ہوگئیں تا کہ مکمل طور ہر طرح سکوت حکم فرما ہو جائے۔ اس کے بعد اپنی گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے فرمایا:

میں اللہ کی حمد بجالاتی ہوں اسکی نعمتوں پر، اسکا شکر ادا کرتی ہوں اسکے الھامات پر اور اسکی ثناء کرتی ہوں ان نعمتوں پر جسکا سلسلہ ہماری ہدایت و نجات کے لئے جاری ہے۔ ساری مخلوق مل کر بھی اس کی نعمتوں کا حساب نہیں کر سکتی۔ اسکی کسی نعمت کا حق ادا کرنے سے انسان عاجز ہے۔ ان نعمتوں کے حدود انسان کی عقل اور اسکے ہوش و خیال سے بالاتر اور باہر ہیں۔ ان سب نعمتوں کی عطا اللہ کی بارگاہ سے ہے۔ ان کا تذکرہ انسان کی طرف سے، ان نعمتوں کی تکمیل کا ذریعہ ہے۔ اللہ نے ہمیں ان نعمتوں کو عطا کیا ہمارے طلب کرنے سے پہلے اور ان نعمتوں کے شکر کو ان کے اضافہ کا ذریعہ قرار دیا۔

میں گواہی دیتی ہوں کوئی معبود نہیں ہے سوائے اللہ کے۔ وہ وحدہ لاشریک ہے۔ یہ کلمہ انسان میں اخلاص پیدا کرتا ہے اور اس کے قلب کا اللہ سے رابطہ کروا دیتا ہے۔ اسکا ذہن اور اسکی فکر اللہ کے تعلق سے معقول باتوں کو سوچنے اور سمجھنے لگتی ہے۔

آنکھوں میں اسے دیکھنے کی تاب نہیں ہے، زبان سے اسکی تعریف ممکن نہیں ہے۔ اس کا مقدس وجود کسی طرح سے بھی عقل و گمان میں نہیں آسکتا۔ اس نے اس کائنات کو بغیر کسی شئی کے اپنی قدرت سے خلق کیا۔ کائینات کی ہر شئی کو بغیر نمونہ کے خلق فرمایا۔ اپنی مشیئت سے مخلوق کو خلق فرمایا۔ وہ کسی بھی مخلوق کا محتاج نہیں ہے اور نہ ان کی بندگی سے اسے کوئی فائدہ حاصل ہو سکتا ہے۔ اپنی حکمت سے مخلوق کو عبادت و بندگی کی طرف توجہ

دلوائی۔ اپنی قدرت کو ظاہر فرمایا اور مخلوق کو اپنی بندگی میں داخل فرمایا اور بندگی کی دعوت کو عزیز و گرامی قرار دیا۔

اپنی اطاعت پر ثواب و انعام اور نافرمانی پر عذاب و سزاء قرار دیا تا کہ بندوں کو بدبختی اور نقصان سے دور رکھے اور اپنی جنت میں ان کو لے جائے۔

میں گواہی دیتی ہوں کہ میرے بابا محمد ﷺ بندہ اور اللہ کے رسول ہیں۔ اللہ نے انھیں اختیار کیا اور انتخاب کیا رسول بنا کر بھیجنے سے قبل۔ انھیں خلق کرنے سے قبل ان کا نام رکھا۔ ان کو مبعوث کرنے سے قبل ان کو اختیار کیا۔ یہ سب اللہ تعالی نے اس وقت انجام دیا جب کسی مخلوق کو پیدا ابھی نہیں کیا تھا۔

اللہ تعالی آنے والے واقعات اور حوادث روزگار سے واقف تھا اور مکمل علم رکھتا تھا۔

لہذاء ان امور کی تکمیل کے لئے محمد ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اس نے دیکھا امتیں مختلف گروہوں میں تقسیم ہوئی ہیں اور اپنے ہاتھ سے تراشے بتوں کی پرستش کرر ہے ہیں۔ رحمان معبود کا انکار کرتے ہیں۔ اللہ تعالی محمد ﷺ کے نور سے ان لوگوں کو تاریکی سے روشنی میں لے آیا۔ محمد ﷺ نے ان لوگوں کے درمیان رہ کر ہدایت کا کام انجام دیا۔ انھیں گمراہی کے بھنور سے نکالا اور صراط مستقیم کی رہنمائی کی۔

اس کام کے بعد اللہ تعالی نے انھیں یہ اختیار دیا کہ وہ چاہیں تو دنیا اختیار کریں یا آخرت کو حاصل کرلیں۔ انھوں نے سرائے آخرت کو اختیار کیا۔ اللہ تعالی نے اپنی طرف قبض روح فرمائی اور اس کے بعد محمد ﷺ دنیا کے مشکلات و سختیوں سے نجات حاصل کئے۔ اب ان کے اطراف اللہ کے فرشتہ ہیں۔ اللہ کی رضوان اور خشنودی ان کو گھیرے ہوئے ہے اور وہ اللہ کے جوار میں ہیں۔

اس کے بعد اهل مسجد کی طرف توجہ کی اور فرمایا:

اے اللہ کے بندوں تم اللہ کے امر ونہی کو جاری کروانے والے, دین ووحی کے حامل, ایک دوسرے کے لئے نگھبان اور اللہ کے دین کی دوسرے امتوں کو دعوت دینے والے ہو۔ اللہ کے حق کے محافظ اور اس سے کئے گئے وعدے پر قائم ہو۔ تمہارے درمیان اللہ کی بولتی ہوئی کتاب قرآن ہے جو صادق, نور بڑھانے والی, اس کی دلیلیں روشن, اس کے باطن وظاہر واضح ہیں اور اس پر عمل کرنے والوں پر دوسرے لوگ غبطہ کرتے ہیں۔ اس کی پیروی انسان کو اللہ کے رضوان کی طرف رہنمائی کرتی ہے اور اس کا سننا انسان کو نجات دلواتا ہے اور اس کے وسیلہ سے ہی اللہ کے نورانی حجتوں تک رسائی ہوتی ہے۔ اس میں واجبات کی وضاحت اور اسکے حرام سے منع کیا گیا ہے۔ اس کے احکامات واضح, دلائیل کافی, اس میں فضائل ومستحبات بیان کے گئے ہیں۔ اسکی شریعت اور احکام واجب ولازمی ہیں۔

جان لو کہ اللہ نے **ایمان** کو تمہارے نفس کو کفر وشرک سے پاک کرنے کے لئے قرار دیا, **نماز** کو روح کو غرور و تکبر سے پاکیزہ کرنے کے لئے, **زکات** کو روح کو شگفتہ کرنے اور رزق میں اضافہ کے لئے, **روزہ** کو عمل میں اخلاص پیدا کرنے کے لئے, **حج** کو دین کو مضبوط و مستحکم کرنے کے لئے, **عدل** کو دلوں میں یکسانیت پیدا کرنے کے لئے, **ہماری اطاعت** کو ملت میں نظم برقرار رکھنے کے لئے, **ہماری امامت ورہبری** کو تفرقہ سے محفوظ رکھنے لے لئے, **جهاد** کو اسلام کی عزت وسربلندی لے لئے, **صبر** کو اجر حاصل کرنے لے لئے, **امر بالمعروف** کو عوام کے فائدے کے لئے, **والدین کے ساتھ نیکی** کو اللہ کے غضب سے بچنے لے کئے, **صلہ رحم** کو خاندان کی تعداد وقدرت میں اضافہ کے لئے,

قصاص کو قتل و خون کی حرمت کی حفاظت کیلئے , **نذر** کا انجام دینا بخشش کے لئے , **ناپ تول** میں **ایمان داری** نقصان سے محفوظ رہنے کے لئے , **شراب** سے دوری گندگی سے بچنے کے لئے , **تہمت** لگانے سے پرہیز کرنا اللہ کی لعنت سے اور رحمت کی دوری سے بچنے کے لئے , **چوری** نہ کرنا عزت و پاکیزگی کو محفوظ رکھتا ہے ۔ شرک کو حرام قرار دیا اخلاص کے لئے اور اس کی ربوبیت کو مکمل طور پر تسلیم کرنے کے لئے ۔

اسکے بعد رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے آل عمران کی آیت ۱۰۲ کی تلاوت کی جسکا ترجمہ ہے : اللہ کا خوف کرو جیسا خوف کرنے کا حق ہے اور تم اسلام کے سواء کسی اور دین پر نہ مرنا (اس آیت کے ابتداء میں موءمنین سے خطاب ہے مگر حضرت فاطمہ زہرا سلام اللہ علیہا نے آیت کے اس حصہ کی تلاوت نہ فرمائی) ۔

اس کے بعد فرمایا : اللہ کی اطاعت کرو جسکا اس نے تم کو حکم دیا ہے اسے انجام دو اور جس سے منع کیا ہے اسے انجام نہ دو ۔ اس کے بعد سورہ فاطر کی آیت ۲۸ کی تلاوت فرمائی جسکا ترجمہ ہے : اس کے بندوں میں اللہ کا خوف رکھنے والے تو بس علماء ہیں ۔

شہزادی کونین سلام اللہ علیہا نے اپنی گفتگو جاری رکھتے ہوئے فرمایا :

اے لوگو جان لو کہ میں فاطمہ ہوں اور میرے بابا محمد ﷺ ہیں ۔ دوبارہ کہہ رہی ہوں اس سے پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ جو کچھ بیان کر رہی ہوں وہ غلط بیان نہیں کر رہی ہوں اور جو کچھ انجام دے رہی ہوں وہ زیادہ روی نہیں ہے (یعنی حد سے بڑھ کر انجام نہیں دے رہی ہوں بلکہ جو عام طریقہ ہے اسے انجام دے رہی ہوں) ۔

(نوٹ : علماء کرام بیان کرتے ہیں کہ عجب غضب کا محاکمہ ہے سراسر قرآن کی آیتوں سے بھرا ہوا ہے ۔ یہاں تک کہ اپنا تعارف بھی قرآن کی آیتوں کے ذریعہ کروایا ہے ۔ گویا

فرمارہی ہیں مجھے میرے مرکز و مبداء سے پہچانو میں رسول اللہ ﷺ کی بیٹی ہوں)۔

اسکے بعد سورہ توبہ کی ۱۲۸ ویں آیت کی تلاوت فرمائی: تم ہی میں سے (ہمارا) ایک رسول تمہارے پاس آچکا ہے (جس کی شفقت کی یہ حالت ہے کہ) اس پر سخت ناگوار ہے کہ تم تکلیف اٹھاوء , اور اسے تمہاری نجات کی ہمیشہ فکر رہے ہے۔ ایمان داروں پر حد درجہ شفیق و مہربان ہے۔

اگر انہیں جانتے ہو تو اس نسبت سے بھی ضرور واقف ہونگیں کہ وہ میرا بابا ہے , تمہاری بیبیوں کا باپ نہیں ہے اور میرے چچا کے بیٹے (حضرت علی ع) کا بھائی ہے , تمہارے مردوں کا نہیں ہے۔ میں اس پر فخر کرتی ہوں اور سرفرازی ہے کہ میں اس سے یہ نسبت رکھتی ہوں۔ اللہ کی رحمت ہو اس پر اور اس کی آل پر۔

انھوں نے اپنی رسالت کو نصیحت اور آیندہ پیش آنے والے خطرات کو بیان کرتے ہوئے شروع کیا۔ مشرکین کو ہلاکت سے نجات دلوائی (ان پر عرصہ حیات تنگ کر دیا۔ ان کے سر پر مارا اور ان کے گلے دبوچ لئے) حکمت و موعظہ کی زبان سے انھیں اللہ کی طرف دعوت دی۔ بتوں کو اکھاڑ پھینکا اور ان کے سرداروں کو شکست دی یہاں تک کہ سب بھاگ کھڑے ہوئے۔ میدان کو پیٹھ دکھائی۔ تاریک رات سے صبح صادق کو نکالا اور حق کا چہرہ ظاہر کیا۔ دین کے ذمہ دار افراد نے گفتگو شروع کی , شیطان کا شور وغل ختم ہوا۔ دین کے چور گونگے ہو گئے۔ شریر و فاسق اافراد تارومار ہو گئے اور حرکت کرنے کی طاقت سے محروم ہو گئے۔ تفرقہ کا کانٹا راستے سے ہٹا دیا گیا۔ کفر و نفاق کے درمیان جو رابطہ تھا وہ ختم کر دیا گیا اور تم لوگوں کی زبان پر توحید کا کلمہ آ گیا۔ اور ان افراد کے ساتھ جن کے دل نورانی اور پاک تھے (آل محمد۔ اہل بیت) ان کے ساتھ کلمہ توحید زبان پر لانے لگے۔